ہندوؤں اور سکھوں کی سیرت نگاری کا مستشرقین کی سیرت نگاری سے تقابلی جائزہ

جناب محمد نعیم *

Seerah of the Holy Prophet (PBUM) has been a topic of research among Muslim & Non-Muslim scholars. Orientalists usually poses negative picture of the Holy Prophet with negative intentions. Some orientalists, though, have shown their impartiality but their biases are always with them.

Hindu & Sikh writes also added a good number of books in the Seerah literature of Holy Prophet. These books can be categorized as under:

i) Complete biography of Holy Prophet written in positive & beautiful way like Arab ka chand by lakshmen parshd.

ii) Books pointing out the miraculous aspects & impact of Seerah.

iii) Books concentrating on reforms implemented by Holy Prophet.

This article gives detailed information about his topic.

سیرت نگاری ایک مستقل بالذات موضوع ہے۔حضورؐ کی ذات پر بحث کا سلسلہ اتنا ہی پرانا ہے جتنا کہ خود سیرت کا علم۔ارض وسماء کسی بھی ایسے شخص کے بارے میں گواہی دینے سے قاصر ہیں جس کی ذات پر پیغمبر اسلامؐ سے زیادہ لکھا اور پڑھا گیا ہو۔اپنوں نے محبت وعشق کا اظہار کیا تو غیروں نے عقیدت واحترام کا ایک طرف آپؐ کے بلند کردار واوصاف سے متاثر ہوکر لکھنے والے تھے تو دوسری طرف بغض وحسد کی آگ میں جلنے والے بھی کم نہ تھے۔لہٰذا یہ دعویٰ بجا طور پر کیا جا سکتا ہے کہ دنیا میں جس قدر سیرت کا لٹریچر موجود ہے کسی بھی دوسرے علم کے بارے میں اتنا لٹریچر موجود نہیں۔اس سرمایہ سیرت میں مسلمانوں کے علاوہ غیر مسلموں کی بہت سی کتب سیرت ہیں۔جن میں حضورؐ کی ذات اقدس پر قلم اٹھایا گیا ہے۔سرمایہ سیرت کا ایک بہت بڑا حصہ مستشرقین کی کاوشوں پر مشتمل ہے جس میں مثبت اور منفی دونوں طرح کے رجحانات ملتے ہیں مستشرقین کے علاوہ اگر ہم برصغیر پر نظر دوڑائیں تو ہندوؤں اور سکھوں کی بہت سی منظوم ومنثور مستقل کتب سیرت ہمارے سامنے

* لیکچرر، شعبہ اسلامیات، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، لاہور

آتی ہیں۔جن میں آپ ؐ کی ذات اقدس کو موضوع بحث بنایا گیا ہے۔ ہندو اور سکھ حضرات میں بھی دونوں رویے رکھنے والے لوگ موجود ہیں یعنی گلہائے عقیدت پیش کرنے والے اور پیغمبر اسلام ؐ کی ذات اقدس پر کیچڑ اچھالنے والے۔آئندہ سطور میں مستشرقین اور ہندوؤں/سکھوں کی سیرت نگاری کا ایک تقابلی جائزہ پیش کیا جائے گا تا کہ معلوم کیا جا سکے کہ دونوں کی سیرت نگاری کے اغراض و مقاصد اور محرکات کیا تھے نیز سیرت نگاری کے اسلوب اور مآخذ سیرت کو زیر بحث لاتے ہوئے دونوں کے معائب ومحاسن کو واضح کیا جائے گا۔

تحریک استشراق کا آغاز وارتقاء اور عروج

تاریخی حقیقت ہے کہ عیسائیت اور اسلام کا تعارف ہی میدان جنگ میں ہوا۔پہلی صدی ہجری (ساتویں صدی عیسوی) میں عرب جب اسلام کا جھنڈا لے کر بیک وقت روم اور ایران کی عظیم سلطنتوں سے نبرد آزما ہوئے تو اسلام اور مسیحی دنیا کی باہم دشمنی اور چپقلش کا آغاز اسی وقت ہو گیا تھا۔(۱) اسلام کو عیسائیت اور محمد ؐ کو مسیح کا دشمن قرار دیتے ہوئے مخالفت کا محاذ اسلام و مسلمانوں اور خاص طور پر پیغمبر اسلام ؐ کے خلاف کھول دیا گیا۔عرب جب طوفان کی طرح آگے بڑھ رہے تھے اور عالم عیسائیت کو میدان جنگ میں نیست و نابود کر رہے تھے۔(۲) تو پیروان مسیحیت پر اسلام اور مسلمانوں کی یہ ترقی شاق گزری نتیجہ یہ نکلا کہ اسلام اور مسیحیت کے درمیان شدید اختلافات کی خلیج حائل ہو گئی اور اس نے باقاعدہ ایک کشمکش کی صورت اختیار کر لی۔(۳) صلیبی جنگیں (۴۸۹ھ/ ۱۰۹۶ء تا ۶۹۱ھ/۱۲۹۲ء) بھی اسی سلسلے کی کڑی تھیں۔ پروفیسر Philip K.Hitti لکھتے ہیں۔

The Crusades represent the reaction of Christian Europe against Muslim Asia. (۴)

اسلام اور پیغمبر اسلام ؐ کے خلاف تنقید کا محاذ ابتدائی طور پر مذہبی اور مشنری جذبے سے مغلوب پادری، یہودی وعیسائی احبار و رہبان، قصہ گو اور مبلغین عیسائیت نے کھولا ان کا تعلق چرچ اور کلیسا سے تھا۔ان لوگوں نے مذہبی جذبے سے سرشار اور عیسائیت کے جنون سے مغلوب ہو کر اسلام اور پیغمبر اسلام ؐ کو حرف تنقید بنایا اور خاص طور پر حضور ؐ کی ذات پر ایسے بے سروپا الزامات لگائے

اوراس قدر دروغ گوئی سے کام لیا کہ جھوٹ کا سر بھی شرم سے جھک جاتا ہے۔این میری شمل اس حوالے سے لکھتی ہیں۔

There is scarcely any negative judgment that the western world has not passed upon this man who had set in motion one of the most successful religious movements on the earth. (۵)

تعصب، کینہ، نفرت اور غصے کے جذبات عروج پر تھے۔(٦) اس قسم کی تصویر کشی میں جن لوگوں نے حصہ لیا ان کے نام تو بہت ہیں لیکن ان میں سے زیادہ قابل ذکر جان آف دمشق (John of Damascus ۷۰۰ تا ۷۵۴ء) ہے۔اسلام اور آنحضرتؐ کے خلاف نفرت اور دشمنی کی آگ سب سے پہلے اسی نے بھڑکائی۔ جان اور اس کے پیروکاروں نے (نعوذ باللہ) آنحضرتؐ کو بے دین اور جھوٹا نبی قرار دیا۔اس کا دعویٰ تھا کہ اسلام میں محمد کی پوجا کی جاتی تھی علاوہ ازیں حضورؐ کی ذات پر جنسی وشہوانی الزامات کی بھرمار کردی۔(۷) یہی چیز بعد میں مغربی سکالرز کی تحقیق اور ریسرچ کا دلچسپ موضوع بن گئی اور آپؐ اور اسلام کی دشمنی میں یہ لوگ اس قدر آگے نکل گئے کہ مخالفت اسلام اور پیغمبر اسلام ان کے عقیدے کا جز ٹھہری جس کے اثرات آج تک محو نہیں ہو سکے۔(۸)

نویں صدی عیسوی سے پندرہویں صدی عیسوی تک تلخی اور جارحیت اپنے عروج پر تھی چونکہ یہ دور عالم عیسائیت کی محکومی کا دور تھا۔کذب وافتراء کے بیانات اور قلبی بغض وعناد سے بات آگے نہ بڑھ سکی ایک بے بسی کا عالم تھا باسورتھ سمتھ اس بے بسی کے عالم کے بارے میں لکھتے ہیں۔

During the first few centuries of Muhammadanism, Christendam could not afford to criticise or explain, it could only tremble and obey. But when the Saracens had received their first check in heart of France, the nations which had been flying before them, faced round, as a herd of cows will sometimes do when the single dog that has put them to fight is called off. (۹)

تین صدیاں اضطراب میں گزریں۔عداوت کی آگ عیسائیوں کے سینے میں مسلسل جلتی رہی جو بالآخر صلیبی جنگوں کی صورت میں بھڑک اٹھی لیکن یورپ کو اس میدان میں بھی ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا صلیبی جنگوں میں اگرچہ لاکھوں لوگ مارے گئے لیکن عیسائیت کا خواب پورا نہ ہوسکا۔یورپ

کی مجموعی قوت اسلامی پرچم کو اپنے مقام سے نہ ہٹا سکی۔(۱۰) مسلمانوں کی طرف سے مسیحی دنیا پر سیاسی اور مذہبی دباؤ کے ساتھ ساتھ علمی' معاشرتی اور ثقافتی دباؤ بھی بڑھ رہا تھا۔ یورپ معاشرتی لحاظ سے مسلمانوں کے مقابلہ میں پسماندہ تھا۔ مساوات' اخوت' عدل و انصاف کے جن اصولوں کو مسلمانوں نے اپنے ہاں رائج کر رکھا تھا یورپ کا عیسائی معاشرہ ابھی تک اس سے محروم تھا۔ اہل اقتدار نے اسی لئے لوگوں کو دوسرے معاملات میں الجھا رکھا تھا۔ عسکری میدان میں شکست کے بعد مغرب نے سنجیدگی کے ساتھ اسلام کے ساتھ نپٹنے کے طریقوں پر غور کرنا شروع کیا چنانچہ مختلف تجاویز پیش کی گئیں۔ مثلاً عیسائیت کی تبلیغ کی جائے' عیسائی فلسفہ پر عبور حاصل کیا جائے' السنہ مشرق کے مطالعہ اور ان پر عبور حاصل کیا جائے' قران کے دقیق مطالعے کے بعد اس میں خامیاں تلاش کی جائیں، اختلافی مسائل ختم کر کے مسلمانوں کو دائرہ عیسائیت میں داخل کیا جائے، تلوار کے ذریعہ مغلوب کیا جائے وغیرہ۔(۱۱) مختلف تجاویز پر ہر لحاظ سے غور وخوص کرنے کے بعد حکمت عملی کو تبدیل کرنے کے بارے میں طے کیا گیا۔ عسکری میدان کی بجائے فکری میدان کو منتخب کیا گیا۔ ان کے نزدیک سب سے بہتر طریقہ یہی تھا کہ اسلام کا اچھی طرح مطالعہ کیا جائے تا کہ اس پر تنقید کے دروازے کھل پڑیں(۱۲) چنانچہ اس مقصد کے حصول کے لئے یورپ کی جامعات میں اسلام کے مطالعہ کے لیے باقاعدہ طور پر شعبہ جات قائم کیے گئے۔ اسلامی علوم وفنون سے براہ راست استفادہ کر کے مسلمانوں کی تہذیب وتمدن اور معاشرتی اقتدار کو ختم کرنے کی کوشش شروع ہوئی۔ مسلمانوں کے لیے بھی یہ نازک مرحلہ تھا یہ وہ وقت تھا جب اسلامی خلافت میں کافی حد تک کمزوریاں پیدا ہو چکی تھیں۔

ایڈورڈ سعید اسی صورت حال کے متعلق لکھتے ہیں۔

My contention is that Orientalism is fundamentally a political doctrine willed over the Orient because the Orient was weaker than the West, which elided the Orient,s difference with its weakness. (۱۳)

لہٰذا مستشرقین کا وجود کوئی اتفاقی امر نہیں تھا وہ ایک ایسے معاشرے کے ذمہ دار اصحاب فکر تھے جو صدیوں سے عالم اسلام کے ساتھ حالت جنگ میں مبتلا تھا اور عالم اسلام کو ہر قیمت پر نیست ونابود یا کم از کم مغلوب کرنے پر تلا بیٹھا تھا جس نے اپنی کمزوریوں کی تشخیص کر لی تھی اور جسے دشمن کی برتری کے راز

معلوم ہو چکے تھے جس نے اپنی کمزوری رفع کرنے اور دشمن پر برتری حاصل کرنے کا ایک جامع منصوبہ تیار کر کے اس پر عمل درآمد شروع کر دیا تھا۔علوم شرقیہ کا مطالعہ اسی جنگی منصوبے کا حصہ تھا۔(۱۴)

قرآن' حدیث' اسلامی تاریخ وتہذیب' اسلامی عقائد وارکان اور خاص طور پر پیغمبر اسلامؐ کی حیات مبارکہ توجہ کا مرکز ٹھہری۔مصادر اسلامی کو مشکوک' لغو اور خود ساختہ قرار دینے کی مہم شروع ہوئی۔(۱۵) آپؐ کے آباؤ اجداد' خاندان اور پیغمبرانہ حیثیت کو ہدف تنقید بنایا گیا۔آپؐ پر نازل ہونے والی وحی کو یہودیت اور عیسائیت سے ماخوذ تعلیمات قرار دیا گیا آپؐ پر الزام لگایا گیا کہ حضورؐ نے کفار ومشرکین کے جھوٹے معبودوں کو وقتی مصلحت اور ضرورت کے تحت تسلیم کر لیا(۱۶) نیز اسلام کے غزوات وسرایا کو غربت وافلاس اور بھوک سے عاجز لوگوں کی مہم جوئی اور لوٹ مار قرار دیا۔(۱۷) عہد وسطی کا یورپ انہی خیالات میں ایک لمبے عرصے تک کھویا رہا عجیب وغریب اور مفتریانہ خیالات اور توہمات میں مبتلا رہا۔سنی سنائی باتوں اور غلط فہمیوں نے اسے اس قابل ہی نہ رکھا کہ وہ اسلام اور پیغمبر اسلام کی حقیقی تصویر دیکھ سکیں۔البتہ سولہویں اور سترہویں صدی میں اسلام اور پیغمبر اسلام کے متعلق عیسائی دنیا کے خیالات میں تبدیلی پیدا ہوئی کچھ ایسے لوگ پیدا ہوئے جنہوں نے سنے سنائے عامیانہ خیالات سے ہٹ کر کسی قدر تاریخ اسلام وسیرت پیغمبر اسلامؐ کی بنیاد عربی زبان کی تصانیف پر قائم کی۔(۱۸) پھر اٹھارہویں صدی میں نسبتاً انصاف پسندی سے کام لیا گیا بلکہ دل ونگاہ میں گنجائش پیدا کر کے اثبات و معروضیت سے آگے بڑھ کر توصیف ومدح اسلامؐ اور پیغمبر اسلام میں بھی بخل سے کام نہیں لیا گیا۔(۱۹) اگرچہ جیسے جیسے مغربی معاشرہ عسکری' سیاسی' معاشی اور تمدنی طور پر مضبوط ہوتا گیا ویسے ویسے اسلام کے لیے چیلنج بلکہ خطرہ بنتا گیا(۲۰) لیکن اس کے برعکس اسلام کو سمجھنی کی توفیق بھی نصیب ہوئی اور عہد جدید کے مستشرقین نے انصاف پسندی اور حقائق کی روشنی میں لکھنے کی کوشش کی لیکن چونکہ عہد قدیم کے اثرات اس قدر دوررس اور غالب تھے کہ جن لوگوں نے غیر متعصب ہو کر لکھنے کی کوشش کی وہ بھی تعصب کے دائرے سے باہر نہ نکل سکے اور جہاں ان کو موقع ملا۔انہوں نے اپنے تعصب کا اظہار کیا۔

این میری شمل مستشرقین کی اٹھارہویں اور انیسویں صدی کی کیفیت بیان کرتے ہوئے لکھتی ہیں۔

Even during that period Biographies of the Prophet were often marred

by prejudices and in no way did Justice to the role of the Prophet as seen by pious Muslims. (۲۱)

ڈاکٹر گستاؤلی بان بھی اس امر کا اعتراف کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یورپ میں مذہب اسلام کے متعلق جو غلط نظریات سالہا سال سے چلے آرہے ہیں اور مورخین سابق نے جو غلط اور بے بنیاد نظریات قائم کیے ہیں۔ان کے طوق سے اپنی گردن کو آزاد کرانا ایک مشکل کام ہے۔(۲۲)

باسورتھ سمتھ کا اعتراف بھی اس سلسلے میں بہت اہم ہے۔وہ لکھتے ہیں۔

So many Christian writers, as it seemed to me, had approached Islam only to vilify and misrepresent it. (۲۳)

مستشرقین کی تاریخ چونکہ صدیوں پر مشتمل ہے۔تاریخ مستشرقین پر نظر ڈالیں تو جان آف دمشق سے ولیم میور تک اور ولیم میور سے دور حاضر تک ایک لمبی فہرست ہے جنہوں نے اپنی صلاحیتیں مختلف اغراض ومقاصد کے حصول کے لیے اسلام اور سیرت طیبہ کے موضوع پر صرف کیں۔

مستشرقین کے مآخذ

مسیحی دنیا اسلام اور پیغمبر اسلام کی مخالفت میں اس شدت کے ساتھ مصروف تھی کہ اس نے کئی صدیوں تک یہ جاننے کی ضرورت ہی محسوس نہ کی کہ جو کچھ دین اسلام اور رسول اکرمؐ کے متعلق کہا جا رہا ہے۔اس کی بنیاد کیا ہے لہٰذا ایک لمبے عرصے تک یورپ کی اسلام کے بارے میں معلومات قصے کہانیوں' افسانوں اور گھڑی ہوئی گمراہ کن افواہوں سے آگے نہ بڑھ سکی۔انہی معلومات کو بنیاد بنا کر آنحضرتؐ کی شخصیت اور ان کی تعلیمات کے متعلق لکھا جاتا رہا۔بعد کے مستشرقین نے پہلے ادوار کے مستشرقین پر اعتماد کرتے ہوئے اندھا دھند بغیر تحقیق کے ان کی باتوں کو نقل کیا۔(۲۴)

گستاؤ ای وان لکھتا ہے

The first Byzanti historian to deal with Mohammad was Theophanes Confessor (d-817) whose life of the prophet was destined to be widely used by later writers. Unfortunately Theophanes does not indicate his authorities. This is what he has to tell. (۲۵)

مستشرقین نے نبی کریمؐ کی سیرت نگاری اور اسلام کے بارے میں لکھتے وقت ثانوی اور بنیادی' مستند اور غیر مستند' ناقص اور غیر ناقص مآ خذ میں کوئی فرق نہیں برتا۔ ردو قبول کے خودساختہ معیارات قائم کیے۔ ذاتی مقاصد کے لیے روایات کو غلط سیاق وسباق میں استعمال کیا۔ تحقیق سے پہلے ہی مقاصد کا تعین کرلیا اور اسی کے مطابق روایات کو ڈھال لیا۔ عربی زبان وادب میں عدم دسترس بھی ان کی غلطیوں کا بڑا سبب تھی نیز ایک علم سے متعلقہ روایات کو غلط طور پر دوسرے علوم میں استعمال کیا مثلاً تاریخ حدیث کے سلسلے میں ادب کی کتابوں سے کام لیتے ہیں جبکہ تاریخ فقہ میں تاریخ کی کتابوں سے روایات لے کر حکم لگاتے ہیں۔ الدمیری کی کتاب الحیوان میں جو بات نقل کی جاتی ہے وہ تو ان کے نزدیک قابل قبول ہے لیکن امام مالک کی مؤطا میں مذکور روایات کو جھٹلاتے ہیں۔ (۲۶) بقول شبلی نعمانی مستشرقین کی سیرت نگاری کا تمام تر سرمایہ استناد صرف سیرت وتاریخ کی کتابیں ہیں جبکہ آنحضرتؐ کی سوانح عمری کے یقینی واقعات وہ ہیں جو حدیث کی کتابوں میں بروایات صحیحہ منقول ہیں۔ یورپین مصنفین اس سرمایہ سے بالکل بے خبر ہیں۔ (۲۶) مستشرقین کے مآخذ تحقیق کی کمزوری اور ان کی اصلیت کے بارے میں مستشرقین میں سے ہی کئی افراد ایسے ہیں جنھوں نے اپنے بھائیوں کے مآخذ تحقیق کی کمزوری کا اعتراف کیا ہے۔

مستشرقین کا اسلامی علوم وفنون کی طرف توجہ دینے کا مقصد تو یہ تھا کہ اسلامی علوم پر عبور حاصل کر کے مسلمانوں کی زبان میں ہی ان سے بات کی جائے اور ان کے خلاف دلائل انہی کی کتب سے مہیا کیے جائیں۔ اس غرض کے لیے یونیورسٹیوں میں علوم شرقیہ کی تعلیم حاصل کرنا' دنیا کے طول و عرض میں مدارس قائم کرنا' مخطوطات جمع کرنا' مختلف کتابوں کی تحقیق کرنا' کتابوں کو شائع کرنا' عربی کتب کے مختلف زبانوں میں تراجم کرنا وغیرہ اسی منصوبے کا حصہ تھا۔ علاوہ ازیں مستشرقین نے اپنے معیارات قائم کر کے ان روایات کو الگ کیا جو کہ قابل تنقید تھیں۔ ان روایات سے جو قابل قبول تھیں۔ (۲۸) اور اس کو اپنے تئیں علمی خدمت گردانا حالانکہ علم کی خدمت کے لبادے میں دراصل اسلام اور مسلمانوں سے مقابلہ مقصود تھا لیکن یہ اصول تمام مستشرقین پر لاگو نہیں کیا جا سکتا۔ مستشرقین میں ایسے لوگ بھی ہیں جن کی تحریروں سے پتہ چلتا ہے کہ انہوں نے صرف علم کے حصول اور علم کی

خدمت کے جذبے سے اپنی زندگیاں تحقیق کے خارزار میں گزاریں (۲۹) اور اس بات کا اعتراف نہ کرنا مستشرقین کے ایک گروہ کے ساتھ زیادتی ہوگی۔ مسلمانوں کے بڑے بڑے علمی مصادر اگر آج محفوظ ہیں تو مستشرقین کے اس گروہ کا اس میں بہت بڑا ہاتھ ہے۔ آج بھی مسلمان علماء نے اس سلسلے میں جو کچھ کام کیا ہے کیا باعتبار مقدار اور کیا باعتبار معیار، ان کا مجموعی طور پر بھی مقابلہ نہیں کیا جا سکتا۔ (۳۰) انہی تصنیفات کی اشاعت کے بعد اسلام اور پیغمبر اسلام کی مخالفت میں کمی آئی اور اسلام اور آنحضرتؐ کی مسخ شدہ تصویر میں کسی حد تک بہتری کی صورت پیدا ہوئی اس لیے چند لوگ اس بات کے مستحق ہیں کہ ان کے کام کو سراہا جائے۔ مولانا شبلی نعمانی نے اپنی کتاب ''سیرۃ النبی'' کے مقدمہ میں اس بات کا اعتراف کیا ہے۔ (۳۱) جبکہ پیر کرم شاہ صاحب نے ''ضیاء النبی'' میں مستشرقین کے ہاتھوں تحقیق و ترتیب کے بعد طبع ہونے والے مصادر کی ایک فہرست بھی دی ہے۔ (۳۲) پیر صاحب نے مستشرقین کے رجحانات و میلانات اور رویوں کی بنیاد پر ان حضرات کی مندرجہ ذیل تقسیم کی ہے۔

۱۔ خالص علم کے شیدائی۔
۲۔ متعصب یہودی اور عیسائی مستشرقین۔
۳۔ ملحد مستشرقین۔
۴۔ علم کو پیشہ بنانے والے۔
۵۔ انصاف پسند مستشرقین۔
۶۔ وہ لوگ جو مستشرقین تھے لیکن حق کا نور دیکھ کر اس کے حلقے میں آ گئے۔ (۳۳)

سید علی شرف الدین موسوی نے بھی اپنی کتاب ''قرآن اور مستشرقین'' میں مستشرقین کی اسی قسم کی تقسیم بندی کی ہے۔ (۳۴)

بہر حال مستشرقین کی تاریخ، مقاصد اور رجحانات و میلانات کا دقیق نظری سے مطالعہ کیا جائے تو ان کی تحریروں میں مندرجہ ذیل اسباب و محرکات کارفرما نظر آتے ہیں۔

۱۔ بعض مستشرقین نے یہودیت اور عیسائیت کی تبلیغ اور ان کی برتری ثابت کرنے کے لیے اسلام اور پیغمبر اسلامؐ کے خلاف قلم اٹھایا۔

۲۔ مسلمانوں کے عقائد کی تردید کرنا۔

۳۔ مسلمانوں کو یہودی و عیسائی بنانے کی کوشش۔

۴۔ علمی وفکری میدان میں مسلمانوں کو شکست دیتے ہوئے ان کی سیاسی بالادستی کو ختم کرنا۔

۵۔ اسلامی تہذیب وتمدن میں خامیاں نکال کر اس کو کمزور اور مغلوب کرنا۔

۶۔ مسلمانوں کا رشتہ اپنے نبیؐ اور دین سے توڑنے کی کوشش کرنا۔

۷۔ متقابلانہ اور مناظرانہ کتب لکھ کر مذہبی منافرت پیدا کرنا وغیرہ ان کے بڑے مقاصد تھے۔

ہندوؤں رسکھوں کی سیرت نگاری:

مستشرقین کی سیرت نگاری کا جائزہ لینے کے بعد جب ہم برصغیر کے ہندو رسکھ حضرات پر نظر ڈالتے ہیں تو یہاں بھی آنحضرتؐ کی ذات اقدس کو موضوع تحریر بنانے والوں کی کثیر تعداد موجود ہے۔ محققین، مؤرخین، دانشور، سیاسی رہنما، فلاسفر، ادیب، صحافی، لوک فنکار، شاعر غرضیکہ زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جس سے تعلق رکھنے والے لوگوں نے آنحضرتؐ کی حیات مبارکہ پر کچھ نہ کچھ نہ لکھا ہو۔ ان حضرات نے منظوم ومنثور ہر دو اصناف میں آپؐ کی بارگاہ میں ہدیہ عقیدت پیش کیا لیکن مثبت انداز میں لکھنے والوں کے پہلو بہ پہلو ایسے لوگ بھی ہیں جنہوں نے نبی کریمؐ کی ذات کو ہدف تنقید بنایا۔ حضورؐ کے متعلق ہندوؤں اور سکھوں کی طرف سے لکھا گیا مثبت سیرت لٹریچر مستقل کتب سیرت، بانیان مذاہب سے متعلق کتب میں آنحضرتؐ کا تذکرہ، منظوم کتب سیرت، تاریخی طرز پر لکھی گئی کتب میں آپؐ کے حالات زندگی اور مختلف مطبوعہ تقاریر ومضامین اور مقالات کی صورت میں ملتا ہے۔ ان کتب میں بعض مقامات ایسے ہیں کہ ان حضرات کے مطالعہ کی گہرائی اور استنباط نتائج پر تعجب ہوتا ہے۔ (۳۵) چند کتابیں تو اس قدر عقیدت کے ساتھ لکھی گئی ہیں کہ بقول عبدالماجد دریا آبادی ''ان کے حرف حرف سے عشق ومحبت کے آب کوثر کی بوندیں ٹپکتی ہیں اور ایک مسلمان کو بھی اس خلوص نیت پر رشک آنے لگتا ہے۔'' (۳۶)

مستقل کتب سیرت میں حضرت محمد صاحب بانی اسلام از شردھے پرکاش دیو، رسول عربی از جی ایس دارا، حیات محمد از دایا جنڈھوک گوراند، عرب کا چاند از لکشمن پرشاد، حضرت محمدؐ اور اسلام از پنڈت

سندر لال' محمدؐ دی پرافٹ آف اسلام از بی کے نارائن' محمد دی پرافٹ آف اسلام از راما کرشنا راؤ' نراشنس واتم رشی از پنڈت وید پرکاش اور محمد صاحب از سیوا سنگھ زیادہ اہم ہیں۔ بانیان مذاہب سے متعلق کتب میں دنیا کے نو مذہبی ریفارمر از شام لال ستیارتھی' پیام محبت از رام سروپ کوشل' ہمارے مربی از پروفیسر پریتم سنگھ' چار مینار از گوبند رام سیٹھی' دی پرافٹز آف دی ایسٹ از دیوان چند شرما' این انسائٹ ان ٹو ورلڈر یلیجنز از کے وی سنگھ قابل ذکر ہیں۔مطبوعہ مضامین و مقالات میں رائے بہادر کی نعت از رائے بہادر لالہ پارس داس' حضرت محمدؐ اور سلام از بابو کنج لال دلوالی' دنیا کا ہادی اعظم غیروں کی نظر میں (بک ڈپو تالیف واشاعت قادیان پنجاب)' برگزیدہ رسول غیروں میں مقبول (کتاب گھر قادیان پنجاب)' اسلام غیر مسلموں کی نظر میں از ایم عبدالعزیز اینڈ سنز اور اسلام جس سے مجھے عشق ہے از مسٹر اڈیار وغیرہ اہمیت کی حامل ہیں۔منظوم کتب سیرت میں مدنی موہن عرف پیغمبر اسلام از امرناتھ سیڈھا شوق' رہبر اعظم از چرن سرن ناز مانکپوری اور مہا کاویہ حضرت محمدؐ از سکھچند مکیتش کے نام لیے جاسکتے ہیں۔ برصغیر کی تاریخ' تہذیب وثقافت' مسلمانوں کی آمد اور ہندوستان میں مسلمانوں کے دور حکومت کے حوالے سے لکھی گئی کتب میں اسلام اور پیغمبر اسلام کی ذات پر کسی نہ کسی حوالے سے بات کی گئی ہے۔ڈاکٹر تارا چند کی انفلوئنس آف اسلام آن انڈین کلچر' ایشوری پرشاد کی آ شارٹ ہسٹری آف مسلم رول ان انڈیا اور ودیادر مہاجن کی دی مسلم رول ان انڈیا وغیرہ اسی نوع کی کتب ہیں۔

برصغیر کے ہندو اور سکھ حضرات نے سرورکونینؐ کی انقلاب آفرین سیرت و کردار کا مطالعہ کیا جس میں انہیں انسان دوستی' مساوات' رحمدلی' سخاوت' انصاف' شجاعت' دیانتداری اور سچائی کے وہ اوصاف حمیدہ نظر آئے جن کی بدولت عمدہ اخلاق کی اشاعت' جہالت وگمراہی سے نجات' انسانی قدروں کا احیاء' انسانی حقوق کی بازیابی اور سچائی کی قوتوں کا باطل پر غلبہ ہوا اور آن واحد میں دنیا کا نقشہ بدل گیا۔عرب کے بدو تہذیب نو کے بانی کا روپ دھار گئے۔یہی وہ آنحضرتؐ کا انقلاب آفریں کردار ہے جو برصغیر پاک وہند کے ہندو اور سکھ سیرت نگاروں کو کسی اور مذہبی رہنما' سماجی قائد اور معاشرتی مصلح میں نظر نہ آیا۔(۳۷) چنانچہ آپؐ کی ذات پر مختلف شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے ہندوؤں اور سکھوں نے مختلف انداز سے لکھا۔بعض لوگوں نے باقاعدہ آپؐ کی سیرت

پر کتب لکھیں۔ مذہب اور ان کی تعلیمات سے دلچسپی رکھنے والوں نے بانی مذہب کے طور پر آپ ؐ کی زندگی کا مطالعہ کیا اور اپنے تاثرات سپرد قلم کیے۔ شاعروں نے اپنی شاعری میں نہ صرف عقیدت و محبت کا اظہار کیا بلکہ آپ ؐ سے نجات و شفاعت طلبی کی امید کا اظہار بھی کیا۔

کچھ عشق پیمبر ؐ میں نہیں شرط مسلماں
ہے کوثری ہندو بھی طلب گار محمد ؐ
(چوہدری دلورام کوثری)

ہندو ہوں بہت دور ہوں اسلام سے لیکن
مجھ کو بھی محمد ؐ کی شفاعت پہ یقین ہے
(مخمور لکھنوی، برج ناتھ پرشا)

ادیبوں اور صحافیوں نے اخبارات و رسائل میں ہدیہ عقیدت پیش کیا۔ سیاستدانوں نے اپنی تقریروں میں آپ ؐ کے اسوۂ حسنہ کو بیان کیا۔ مؤرخین نے تاریخی حیثیت سے آپ کی ذات کا مطالعہ کیا اور آپ کو تاریخ انسانی کا عظیم انسان قرار دیا۔ بہر حال ہر شخص نے اپنے انداز میں مطالعہ کیا اور حضور ؐ کی حیات طیبہ کے بارے میں اپنے قلم کے جوہر دکھائے۔ اس طرح مختلف اصناف پر مبنی بہت سا سیرت لٹریچر وجود میں آیا۔ اس لٹریچر میں بعض ایسی تحریریں بھی ملتی ہیں کہ لکھنے والے کی فہم و فراست، مطالعے کی گہرائی، استنباط نتائج اور طرز استدلال کی داد نہ دینا زیادتی ہوگی۔(۳۸) یہ درست ہے کہ ان مضامین کے بعض مقامات ایسے ہیں جن سے پوری طرح اتفاق کرنا مشکل ہے کیونکہ وہ ہمارے عقائد کی صحیح ترجمانی نہیں کرتے۔ تاہم یہاں اختلاف رائے بر بنائے عناد نہیں اس لیے انہیں نظر انداز کر دینا چاہیے۔(۳۹) البتہ جو کتابیں بر بنائے بغض و عناد لکھی گئیں، جن کی ابتداء دیانند سرسوتی (م۱۸۸۳) کی ستیارتھ پرکاش اور پنڈت لیکھہ رام (م۱۸۹۷) کی متعدد تصانیف ہیں۔ ان کو کسی طور پر نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ مسلمان علماء نے ایسی سوقیانہ تحریروں کا بھرپور انداز میں جواب دیا ہے۔(۴۰)

کتب سیرت کی مختلف زبانیں

جس طرح ہر شعبہ زندگی سے تعلق رکھنے والے ہندوؤں اور سکھوں نے آپ ؐ کی ذات پر

لکھا۔اسی طرح برصغیر میں بولی جانے والی قدیم وجدید اکثر زبانوں میں آپؐ کے متعلق لکھا گیا۔ فارسی، ہندی، پنجابی، سنسکرت، تامل، میواتی، بنگالی، اردو اور انگریزی تمام زبانوں میں بارہ ماسوں، معراج ناموں، مولود ناموں، وفات ناموں، آفرینش ناموں اور نور ناموں سمیت آپؐ کے مکمل سوانح حیات قلم بند کیے گئے ہیں لیکن دیسی زبانوں میں جس زبان میں سب سے زیادہ لٹریچر ملتا ہے وہ اردو زبان ہے۔اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ زیادہ تر کتابیں جس عہد میں لکھی گئیں اس دور کی عام زبان اردو تھی۔اردو کے بعد انگریزی اور ہندی میں زیادہ لکھا گیا۔سندھی زبان میں ''محمد رسول اللہ عرف حضرت محمدؐ از لال چندامر ڈلفر جگتیانی ''اسلام جو پیغمبرؐ '' از ہوتچند ڈیئل مل جگتیانی، ''میر محمد عربیؐ '' از امرلعل ہنگورانی اور ''پیغمبر اسلامؐ'' از جیٹھ مل پرسرام گلر جائی وغیرہ کتابیں ملتی ہیں۔ پنجابی اور میواتی زبان میں مولود نامے اور سی حرفی ملتے ہیں۔البتہ پنجابی زبان میں سیرت کی نثر میں مکمل کتاب سیوا سنگھ کی ہے جو کسی بھی سکھ کی طرف سے پنجابی زبان میں پہلی کتاب ہے۔(۴۱) فارسی زبان میں بھگوان داس نے حضرت رسول کریمؐ کے حالات زندگی پر ایک رسالہ ''سوانح النبوۃ'' کے نام سے تحریر کیا ہے۔(۴۲) بنگلہ زبان میں اتول کرشن مترو نے دھرم بیر کدا اور گریش چندر سین نے ''محمد جیون چریت'' اور'' مہا پورس محمد وتانر پرو بر تینو اسلام دھرم'' (۴۳) کے عنوانات سے دو کتابیں لکھیں۔ (۴۴) تامل زبان میں ایک تامل شاعر ولاٹول نے آپؐ کی منظوم سوانح حیات لکھی۔اس کے علاوہ ایک تامل اخبار کے سابق مدیر مسٹر اڈیار نے ''اسلام جس سے مجھے عشق ہے'' کے نام سے تامل زبان میں آپ کی سوانح حیات لکھی۔مراٹھی زبان میں ایک ہندو ایم دہی پردھان نے سیرت نبویؐ پر ضخیم کتاب لکھی الغرض بیشتر زبانوں میں کسی نہ کسی حوالے سے لکھا گیا۔

کتب سیرت کا تصنیفی عہد

ہندوؤں اور مسلمانوں کی باہمی معاشرت کی تاریخ تو بہت پرانی ہے لیکن ہندوؤں اور سکھوں کی طرف سے آپؐ کے متعلق زیادہ تر کتابیں انیسویں صدی کے آخر اور بیسیوں صدی کے نصف اول میں لکھی گئیں۔برصغیر کی تقسیم کے بعد دور حاضر تک اگرچہ کم لکھا گیا لیکن یہ سلسلہ کسی نہ کسی حوالے سے آج تک قائم ہے۔اس سے پیشتر ہندوؤں اور سکھوں کی طرف سے آپؐ کی مدح سرائی میں اشعار تو

ملتے ہیں جیسے اورنگ زیب عالمگیر کے عہد کے ایک معروف ہندو بزرگ سوامی پران ناتھ کی تعلیمات اور تحریروں پر مبنی کتاب کچھ عرصہ قبل ''قلزم سروپ'' کے نام سے چھپی ہے۔اس میں کئی شعر سرور کائناتؐ کی مدحت میں ہیں۔کتاب کا بڑا حصہ ہندی میں ہے لیکن کہیں کہیں عربی اور فارسی کے الفاظ بھی ملتے ہیں۔(۴۵)اسی طرح بابا گرونانک (۱۵۳۹۔۱۴۶۹ء) کا آپؐ کے متعلق ایک شعر ملتا ہے۔

ص صلاحت محمد لکھ تھیں آ کھونت

خاصہ بندہ سجیا سر متراں ہومت (۴۶)

ان اشعار کو نعت کے شعبے میں تو شامل کیا جا سکتا ہے سیرت کے شعبے میں جگہ نہیں دی جا سکتی۔پھر بعد کے ادوار میں اکا دکا کتابیں مختلف زبانوں میں ملتی ہیں۔ڈاکٹر سید عبداللہ نے فارسی زبان میں بھگوان داس کے ایک رسالہ ''سوانح النبوۃ'' کا تذکرہ کیا ہے جو کہ ۱۲۰۰ھ سے ۱۲۲۱ھ کے درمیان لکھا گیا۔(۴۷) بنگلہ زبان میں اتول کرشن متر و کی کتاب ۱۸۸۵ء اور گریش چندر سین کی کتاب ۱۸۸۶ میں لکھی گئی لیکن ہندی غیر مسلموں کی طرف سے آنحضرت کی حمایت میں خود کتب سیرت لکھنے یا دوسری زبانوں سے اردو ترجمہ کرنے کی باقاعدہ ابتداء انیسویں صدی کے آخر میں ہوئی جس کی ایک مثال لالہ رلیا رام گولاٹی کی ''سوانح عمری محمدؐ'' (۱۸۹۲ء) ہے لیکن بیسویں صدی میں ان کی تعداد میں معتد بہ اضافہ ہوا۔(۴۸)

ہندوؤں اور سکھوں کے سیرت لٹریچر میں سب سے زیادہ اہمیت کی حامل وہ کتب ہیں جو باقاعدہ طور پر آپؐ کی ذات کے متعلق لکھی گئیں اور جو آپؐ کی زندگی اور تعلیمات کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کرتی ہیں۔ ان کتابوں میں مختصر اور مفصل دونوں قسم کی کتابیں ملتی ہیں۔

۱۔ کچھ کتابیں اپنے سوانحی مواد کی وجہ سے بلند مقام کی حامل ہیں۔اس سلسلے میں عرب کا چاند از لکشمن پرشاد (۴۹) حضرت محمد اور اسلام از پنڈت سندر لال (۵۰) اور محمد دی پرافٹ آف اسلام از بی کے نارائن قابل ذکر ہیں۔(۵۱)

۲۔ کچھ کتابیں اپنے دلکش اسلوب اور ادبیت کی وجہ سے امتیازی حیثیت رکھتی ہیں۔رسول عربی از جی ایس دارا اور لکشمن پرشاد کی ''عرب کا چاند'' اس حوالے سے بہت اہم ہیں۔

۳۔ بعض کتب میں سیرت طیبہ کے اعجازی پہلوؤں کو نمایاں کیا گیا ہے۔اس ضمن میں کرنل بی کے نارائن کی محمد دی پرافٹ آف اسلام دیکھی جاسکتی ہے۔

۴۔ بعض کتب آپؐ کی مختلف آسمانی کتابوں میں بشارات سے بحث کرتی ہیں۔پنڈت وید پرکاش کی ''نراشنس وانتم رشی'' اور ''کلکی اوتار اور حضرت محمدؐ '' اس حوالے سے بہت دلچسپی کی حامل ہیں۔(۵۲)

۵۔ کچھ کتابوں میں محض واقعات سیرت بیان کرنے کی بجائے آنحضرتؐ کی کی گئی اصلاحات کو زیر بحث لایا گیا ہے۔بابو کنج لال دلوالی کی کتاب حضرت محمدؐ اور اسلام کا مطالعہ اس سلسلے میں مفید رہے گا۔

۶۔ چند لوگوں نے معترضین حضرات کے جوابات دیئے ہیں۔اعتراضات کے جوابات کے حوالے سے جو کتب اہم ہیں۔ان میں حضرت محمد صاحب بانی اسلام از شردھے پرکاش دیو(۵۳) اور جی ایس دارا' پنڈت سندر لال اور بابو کنج لال دلوالی کی کتابیں خاصی اہمیت کی حامل ہیں۔مسٹر اڈیار کی کتاب اسلام جس سے مجھے عشق ہے(۵۴) اور محمد دی پرافٹ آف اسلام از کرشنا راؤ (۵۵) میں بھی ایسی کوشش کی گئی ہے۔

۷۔ والہانہ انداز اور عقیدت و محبت کا اظہار بھی چند کتب سیرت کا خاصہ ہے۔سوامی لکشمن پرشاد کی کتاب ''عرب کا چاند'' عشق و محبت میں ڈوب کر لکھی گئی ہے۔مصنف کے عشق و محبت کا یہ عالم ہے کہ بعض مقامات پر ''فداہ امی وابی'' بھی لکھتا ہے رسول عربی از جی ایس دارا بھی اسی نوع کی کتاب ہے۔بعض کتب اسلام اور آپؐ کی رواداری اور اخوت و مساوات کی تعلیمات پر زور دیتی ہیں۔رہبر اعظم از چرن سرن ناز مانکپوری (۵۶) اور مدنی موہن عرف پیغمبر اسلام از امرناتھ سیڈھا شوق اس حوالے سے (۵۷) خاص اہمیت رکھتی ہیں۔

ہندوؤں/سکھوں کی سیرت نگاری کے اغراض و مقاصد

ہندوؤں اور مسلمانوں کی فکری کشمکش ہر دور میں موجود رہی۔اس کی وجہ یہ تھی کہ مسلمان جب اس ملک میں آئے تو وہ اجنبی ہونے کے علاوہ حکمران بھی تھے۔اس لیے اہل ہند کے دل میں ان کے متعلق بیگانگی تھی۔ہندوؤں نے بہت پہلے مسلمانوں کے خلاف طبل جنگ بجا دیا تھا۔تاریخ میں بعض واقعات ایسے بھی ملتے ہیں جن سے ہندوؤں کی اسلام اور مسلمان مخالف فطرت کا انداز ہوتا ہے۔

ہندوؤں کی تنگ نظری اور جھگڑالو فطرت مغلیہ حکومت کے شہنشاہ اکبر کے عہد میں انتہا کو پہنچ گئی کیونکہ اکبر کے عہد میں ہندو عوامی انتظامیہ میں جس قدر تھے پہلے کبھی نہ تھے۔ انتظامیہ پر گرفت اور اکبر کے مزاج میں دخیل ہونے کا ہی اثر تھا کہ کفار برملا اسلام پر اعتراضات اور مسلمانوں کی مذمت کرتے تھے۔(۵۸)

برصغیر میں انگریز کی آمد کے بعد کے دور کی ایک خصوصیت یہ بھی تھی کہ ہندو مصنفین اسلام، عیسائیت اور دیگر مذاہب پر اعتراض کرتے دکھائی دیتے ہیں۔(۵۹) اٹھارہویں صدی کے ربع آخر میں آریہ سماجی لیڈر دیانند سرسوتی نے ''ستیارتھ پرکاش'' کے نام سے ایک کتاب لکھی جس کے چودھویں باب کو شعائر اسلام، پیغمبر اسلام، آیات قرآنی اور مسلمانوں کے تصور وحدانیت کا مذاق اڑانے کے لیے وقف کیا گیا تھا یہ وہ بنیاد تھی جس پر آگے چل کر آپؐ کے خلاف لکھی گئی کتابوں کی عمارت تعمیر ہوئی۔ شدھی اور سنگھٹن کی آریہ سماجی تحریکیں وجود میں آئیں۔۱۹۲۳ء میں ہسپتال روڈ کے ایک کتاب فروش راج پال (۶۰) نے حضورؐ کی ذات اقدس پر ایک انتہائی شرمناک اور کذب وافتراء سے بھرپور کتاب شائع کی۔۱۹۳۳ء میں آریہ سماج حیدرآباد (سندھ) کے سیکرٹری نتھو رام نے ''ہسٹری آف اسلام'' کے نام سے ایک کتاب تصنیف کی جس میں آپؐ کی شان اقدس میں دریدہ دہنی اور افتراء پردازی کا مظاہرہ کیا گیا۔ اسی طرح کی اور مثالیں بھی ملتی ہیں۔ ان تمام کتب میں تقریباً ایک جیسے اعتراضات کو ہی بار بار دہرایا گیا۔ ایسی کتب لکھنے کا مقصد (۱) اپنے مذاہب ہندومت / سکھ مت کی برتری ثابت کرنا۔(۲) اسلام کے مسلمہ عقائد کی تردید اور حضورؐ کی ذات پر تنقید کرنا۔(۳) مناظرانہ روش، تنگ نظری اور تعصب اپناتے ہوئے کتمان حق وغیرہ تھا۔

سیاستدانوں اور مذہبی رہنماؤں کا منفی رویہ

بدلتی ہوئی صورت حال کے پیش نظر بعض سیاستدانوں نے مذہب کو اپنے ذاتی مقاصد کے لیے استعمال کرنا شروع کر دیا۔ ان حالات میں دونوں اطراف کے بعض مذہبی رہنماؤں نے مثبت رویہ اختیار کرنے کی بجائے منفی رویہ اختیار کیا اور عدم رواداری، فرقہ واریت، تعصب اور تنگ نظری کو بڑھانے میں جلتی پر تیل کا کام کیا اور ایک دوسرے کے خلاف زہر اگلتی تحریروں اور تقریروں سے کام لیا اور مناظرانہ نوع کی کتب کے ذریعہ ایک دوسرے کی مذہبی شخصیات، مذہبی کتب اور مذہبی شعائر پر

تند و تیز حملے کی۔ یہ وہ نقطہ تھا جہاں سے سنگھٹن اور شدھی کی تحریک چلی اور اس کے داعی اور مبلغ پورے ملک میں پھیل گئے۔ اسی کے مقابل تبلیغ اسلام کا محاذ قائم ہوا اور تنظیم کی تحریک شروع ہوئی۔ مذہبی مناظروں' تقریروں اور جلسوں کا ایک غیر مختتم سلسلہ شروع ہوگیا اور اس کے نتیجہ میں برصغیر میں فسادات کی ایک آندھی چلی اور پورا ملک اس کی لپیٹ میں آ گیا۔(٦١)

ان حالات کے پیش نظر چند اہل بصیرت افراد آگے بڑھے اور انہوں نے برصغیر کے معروضی حالات کو سامنے رکھتے ہوئے اپنی تحریر کے ذریعہ دونوں اقوام کے درمیان ہم آہنگی اور تعاون پیدا کرنے کی کوشش کی اور ایک دوسرے کے مذہب اور مذہبی شخصیات کے بارے میں لکھ کر ایک دوسرے کو قریب لانے کی کوشش کی۔

ہندوؤں اور سکھوں کی جو کتب آپؐ اور اسلام کے متعلق ملتی ہیں ان میں سے بیشتر کتب ایسی ہیں جو انیسویں صدی کے آخر اور بیسویں صدی کے نصف اول میں لکھی گئیں اور یہ وہ حالات تھے جن میں برصغیر سیاسی اور مذہبی طور پر بڑی گھمبیر صورت حال سے دوچار تھا۔ ایسے حالات میں اسلام اور آپؐ کی ذات کو موضوع بحث بنانا اپنے پیچھے کئی مقاصد لیے ہوئے تھا لہٰذا یہاں پر ان کی نشاندہی کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ وہ کیا محرکات تھے جن کے زیر اثر برصغیر کے ہندوؤں اور سکھوں نے سیرت پر لکھنے کی ضرورت محسوس کی۔ جو مثبت کتب آپؐ سے متعلق ملتی ہیں ان میں مندرجہ ذیل محرکات کی واضح جھلک نظر آتی ہے۔

(۱) حضورؐ کی حیات طیبہ کی کشش (۲) صداقت کا اظہار (۳) وحدت ادیان کا تصور (۴) رواداری کا فروغ (۵) ہندو مسلم اتحاد (٦) مذہبی کتب میں آپؐ سے متعلق بشارتیں اور ان کی تحقیق (۷) آنحضرتؐ کی ذات سے منسوب من گھڑت بیانات/کہانیوں کی تردید (۸) نبی کریمؐ کی آمد اور عالم انسانیت پر اس کے اثرات کا جائزہ (۹) مطالعہ تقابل ادیان اور (۱۰) مسلمانوں کو اپنے پیغمبر کا اسوۂ حسنہ اپنانے کی تلقین وغیرہ اہم محرکات تھے۔

اقتباسات

ہندوؤں/سکھوں کی مثبت انداز میں لکھی گئی کتب سیرت میں سے چند ایک اقتباسات ملاحظہ کیجیے۔

(۱) پروفیسر گوردت سنگھ آپؐ کے متعلق دارا لکھتے ہیں:

''ایک صاحب کمال آیا جس نے جلوۂ حق دکھایا جس کسی نے اسے پریم کی آنکھوں سے دیکھا اس کی تمنائے زندگی پوری ہوگئی جس کی نگاہ شوق اس پر پڑی اسے منہ مانگی مراد مل گئی جس بشر کو اس من موہن نے اپنا درشن دیا اس کے جنم بھر کا پاپ کٹ گیا...... اے عرب کیا ہی عجب ہوں گے تیرے بھاگ جو تو نے نور خدا اپنی آنکھوں سے دیکھا کیا ہی اچھے ہوں گے تیرے بخت جو تو نے حبیب خداؐ کے اپنی آنکھوں سے درشن کیے۔ (۶۲)

(۲) بنو قریظہ کو دی گئی سزا کے متعلق تبصرہ کرتے ہوئے شردھے پرکاش دیو لکھتے ہیں:

یہ سزا بظاہر بہت بے دردی کی صورت رکھتی تھی لیکن جن حالات میں وہ صادر کی گئی ان کے لحاظ سے یہ غیر منصفانہ نہ تھی۔ اس زمانے کی مہذب ترین گورنمنٹ بھی ایسے مجرموں کے لیے یقیناً یہی سزا تجویز کرے گی اور کچھ شک نہیں کہ دو ڈھائی سو مفسدوں کی جانوں کے مقابلے میں تمام ملک کا امن زیادہ وقعت رکھتا ہے۔ (۶۳)

(۳) پنڈت سندر لال آپؐ کی شادیوں کا دفاع کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''چال چلن کے حوالے سے محمدؐ صاحب بڑے اونچے درجے کے آدمی تھے۔ جیون کی گہرائی میں وہ اتنے گہرے گئے ہوئے تھے کہ یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ وہ اپنی طاقت کو بھوگ بلاس میں کھو ڈالتے۔ وہ سمجھتے تھے کہ اپنے اثر اور طاقت کو پکا کرنے کے لیے شادی ایک زبردست ذریعہ ہے۔ یہی غرض تھی جس نے محمدؐ صاحب کو کئی شادیوں کے لیے تیار کیا۔ محمد صاحب کے بڑے مشن کا یہ ایک ضروری حصہ تھا۔ (۶۴)

(۴) کنج لال دلوالی غزوات کا دفاع کچھ انداز میں کرتے ہیں:

''مقامات جنگ ہی اس کا حال بتا رہے ہیں۔ اگر شروع کی جنگیں مکہ کے گردونواح میں ہوئیں تو مدینہ والے چڑھ کر آئے ہوں گے اور اگر مدینہ کے گردونواح میں ہوئیں تو اہل مکہ چڑھ کر گئے ہوں گے۔ پس ملاحظہ فرمالیجیے کہ شروع کی تمام جنگیں مکہ والوں سے نواح مدینہ میں ہوئیں پھر فرمائیے اور انصاف کیجیے کہ زیادتی کس طرف سے تھی۔ کیا مسلمان بزور شمشیر اسلام پھیلا رہے ہیں یا

کافروں کی تلواروں کے خوف کے باوجود اسلام پھیل رہا ہے۔ (۶۵)
بی کے نارائن حضورؐ کی فصاحت و بلاغت کے متعلق لکھتے ہیں۔

The Prophet was brief in his conversation and every word which he used, had specific purpose. Nothing could be added to his speech and nothing could be deleted from it. (۶۶)

ہندوؤں رسکھوں کی کتب سیرت کے مآخذ

سیرت نگاری کے میدان میں مسلم سیرت نگاروں نے محض سیرت نبویؐ کی تصنیف و تالیف پر ہی زور نہیں دیا بلکہ اس بات کا بھی لحاظ رکھا ہے کہ جو کچھ لکھا جائے مستند مآخذ سے لکھا جائے۔ مسلمانوں نے اپنے پیغمبر کے حالات زندگی اکٹھے کرنے کے سلسلے میں بہت احتیاط سے کام لیا اس احتیاط کا ایک ثبوت علم اسماء الرجال کا عظیم الشان فن ہے جس کی بدولت آج کم از کم لاکھوں افراد کے حالات معلوم ہو سکتے ہیں۔ جن کا سیرت نبویؐ سے کسی نہ کسی حوالے سے تعلق ہے پھر روایت و درایت کے علم کی بنیاد بھی فن سیرت نگاری ہے۔ مختصر یہ کہ مسلمانوں نے صحت مآخذ کے حوالے سے فن سیرت کا جو معیار قائم کیا وہ بہت بلند پایہ تھا اور انہوں نے سیرت نبویؐ کی تالیف میں مآخذ سیرت کو ہمیشہ بنیادی حیثیت دی۔

مآخذ سیرت کے حوالے سے جب ہم ہندو اور سکھ سیرت نگاروں کی کتب کا مطالعہ کرتے ہیں تو ان میں بعض ایسے امور کی نشاندہی ہوتی ہے۔ جن سے محسوس ہوتا ہے کہ ان سیرت نگاروں نے اسلام یا سیرۃ النبیؐ کی بنیادی کتب کا مطالعہ نہیں کیا۔ آئندہ سطور میں ہندوؤں اور سکھوں کی کتب سیرت کے مآخذ کا جائزہ لیا جائے گا۔

اسلامی مآخذ سے لاعلمی

ہندو اور سکھ سیرت نگاروں کی کتب سیرت میں ایک قاری کو جو چیز سب سے زیادہ کھٹکتی ہے وہ ان سیرت نگاروں کی سیرت کے بنیادی وسائل اور مآخذ سے لاعلمی ہے۔ اگرچہ ان کتب سیرت میں بیشتر روایات و واقعات وہی ہیں۔ جو مستند کتب سیرت میں پائے جاتے ہیں لیکن کسی بھی سیرت

نگار نے امہات کتب سیرت کا نہ تو حوالہ دیا ہے اور نہ ہی کسی حوالے سے تذکرہ کیا ہے۔ بیشتر کتب تو بغیر حوالہ جات کے لکھی گئی ہیں اور جن کتب میں حوالہ جات دیئے گئے ہیں وہ بھی ایسے مآخذ ہیں جن کی حیثیت اساسی نہیں بلکہ ثانوی ہے۔ سوامی لکشمن پرشاد نے عرب کا چاند میں ''روضۃ الاحباب'' کا تذکرہ کیا ہے۔(۶۷) پنڈت سندر لال نے اگرچہ ایک روایت واقدی سے نقل کی ہے لیکن یہ روایت بھی براہ راست نہیں بلکہ ولیم میور کی کتاب ''لائف آف محمدؐ'' سے لی گئی ہے اور حوالہ بھی اسی کتاب کا دیا گیا ہے۔(۶۸) پھر مصنف نے واقدی کو ''وقیدی'' لکھا ہے۔(۶۹)

ان کتب سیرت میں قرآن مجید اور احادیث کے حوالے اگرچہ ملتے ہیں لیکن بعض سیرت نگاروں نے محض قرآن کا اردو/ انگریزی ترجمہ دینے پر اکتفا کیا ہے۔(۷۰) کچھ نے محض سورتوں کے نام دیئے ہیں۔(۷۱) احادیث کو بھی استعمال کیا گیا ہے لیکن محض اردو یا انگریزی ترجمہ کو نقل کیا گیا ہے اور احادیث کا مکمل حوالہ نہیں دیا گیا محض کتابوں کے ناموں پر اکتفا کیا گیا ہے۔(۷۲) جبکہ کچھ لوگوں نے یہ التزام بھی نہیں کیا۔(۷۳) بیشتر کتب میں ایسے الفاظ عام ملتے ہیں مثلاً ''مسلمانوں کی روایتوں میں لکھا ہے''۔ (۷۴) ''تاریخ کی کتابوں میں لکھا ہے''۔ (۷۵)''مسلمانوں کی کتابوں میں لکھا ہے''۔(۷۶) ''مسلمان مؤرخ بتاتے ہیں''۔ (۷۷)''مسلمانان عالم کا عقیدہ ہے۔''(۷۸)''کتب سیر میں لکھا ہے''۔(۷۹)''ایک مؤرخ نے لکھا ہے''۔(۸۰) وغیرہ کسی سیرت نگار نے ان اسلامی کتابوں اور مؤرخین کی وضاحت نہیں کی۔ سیرت کے اسلامی مآخذ سے لاعلمی کی وجہ اہل ہند کا عربی زبان سے ناواقف ہونا ہے۔ اس لیے انہوں نے ثانوی وسائل وذرائع پر اکتفا کیا۔

مغربی مصنفین سے استفادہ

اہل ہنود کی کتب سیرت کا سب سے بڑا مآخذ مغربی مصنفین کی کتب سیرت ہیں شردھے پرکاش دیو جی سے لے کر رامیش راؤ تک تمام لوگوں نے مغربی مصنفین کی کتب سیرت سے بھرپور اخذ واستفادہ کیا ہے اگرچہ کچھ سیرت نگاروں نے اس کا اظہار نہیں کیا لیکن بعض نے نہ صرف اعتراف کیا ہے بلکہ جابجا ایسی کتابوں کے حوالہ جات بھی دیئے ہیں۔

رائے بہادر لالہ پارس داس لکھتے ہیں:

حضرت پیغمبر اسلامؐ کے متعلق آپ صاحبان جو کچھ جانتے ہیں میں اسکا عشر عشیر بھی نہیں جانتا اور اس لیے مشکل ہے کہ میں آپ ؐ کے سامنے کوئی نئی بات پیش کروں یا آپ کی معلومات میں کچھ اضافہ کروں۔ حضرت محمدؐ کے متعلق میں جو کچھ واقفیت رکھتا ہوں اس کا بیشتر حصہ آپ صاحبان کی تصانیف پر اور کچھ اہل مذاہب کی منصفانہ تحریروں پر مبنی ہے۔(۸۱)

سوامی لکشمن پرشاد کی کتاب عرب کا چاند میں ولیم میور اور کارلائل (۸۲) کے حوالے ملتے ہیں اس کے علاوہ شاعر ورڈز ورتھ کے اشعار بھی شامل ہیں۔ ''حضرت محمدؐ اور اسلام'' از پنڈت سندر لال تمام تر مغربی مصنفین کے اقتباسات سے بھری ہوئی ہے۔ ''محمد دی پرافٹ آف اسلام'' ''رائے بہادر کی نعت'' اور دیگر کتب میں ایسی بہت سی مثالیں پائی جاتی ہیں۔ مستشرقین کی کتب سیرت کے زیر اثر اہل ہنود کی کتب سیرت میں بھی ایسے رجحانات ومیلانات دانستہ طور پر یا غیر دانستہ طور پر پائے جاتے ہیں۔ جن کی وجہ سے ان کتابوں میں چند ایسے واقعات ملتے ہیں جن کا کتب سیرت میں کوئی ذکر نہیں۔ مستشرقین کی کتب کو بنیاد بنانے کی وجہ ان کتابوں کی انگریزی زبان تھی جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ عربی زبان سے نا آشنائی کی وجہ سے ان لوگوں کی امہات کتب سیرت تک رسائی نہ تھی۔ اس لیے ان لوگوں نے مستشرقین کی کتب سیرت کی طرف رخ کیا۔

آپ ؐ کے ہندو اور سکھ سیرت نگار زیادہ سے زیادہ واقعات بیان کرنے کے مشتاق نظر آتے ہیں۔ مغربی مصنفین سے استفادہ اور بنیادی مآخذ سے لاعلمی کا نتیجہ ہے کہ ان سیرت نگاروں کی کتب میں کچھ رطب و یابس قسم کی روایات شامل ہوگئی ہیں۔ اس کے علاوہ کچھ بیانات ایسے ہیں جو ان سیرت نگاروں کی ذاتی رائے اور فہم کا نتیجہ ہیں۔

کتب سیرت کے مآخذ۔ ہندو سکھ اور مستشرقین

ہندو/ سکھ سیرت نگاروں اور مستشرقین کے تقابلی جائزہ میں بعض چیزیں ایسی ہیں جن میں دونوں مشترکہ اوصاف کے حامل ہیں۔ بعض شعبوں میں اختلاف ہے جبکہ کچھ امور ایسے ہیں جن میں مستشرقین کو ہندو اور سکھ سیرت نگاروں پر فوقیت حاصل ہیں۔؛ ذیل میں سیرت نگاری کے اہم پہلوؤں

کے حوالے سے مستشرقین اور ہندوؤں/سکھوں کی سیرت نگاری کا ایک تقابلی جائزہ پیش خدمت ہے۔

ہندو اور سکھ سیرت نگاروں کے تمام تر مآخذ ثانوی درجے کے ہیں اور یہ کہ ان کی بنیاد مستشرقین کی ہی کتب سیرت ہیں لیکن مآخذ سیرت کے حوالے سے جب ہم مستشرقین کی کتب سیرت پر نظر ڈالتے ہیں تو یہ حقیقت تسلیم کرنا پڑتی ہے کہ مستشرقین کے مآخذ ہندوؤں اور سکھوں کے برعکس بہت بہتر ہیں۔ ہندو اور سکھ سیرت نگار عربی زبان سے نابلد ہونے کی وجہ سے ان مآخذ سے دور رہے لیکن مستشرقین کی خوبی یہ ہے کہ اگرچہ عربی زبان ان کے لیے بھی ایک غیر ملکی زبان تھی لیکن ان لوگوں نے عربی زبان پر عبور حاصل کر کے نہ صرف مآخذ اصلیہ تک رسائی حاصل کی بلکہ اس حد تک آگے بڑھ گئے کہ مسلمانوں کی بہت سی بنیادی کتابیں ان لوگوں کے ہاتھوں زیور طبع سے آراستہ ہوئیں لیکن جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ اس سطح پر پہنچنے میں صدیاں لگیں مسیحی دنیا ایک لمبے عرصے تک محض سنی سنائی باتوں' حکایتوں اور لغو روایات پر بھروسہ کرتی رہی اور نسل در نسل روایت کرتی رہی۔ سترہویں اور اٹھارہویں صدی میں مآخذ اصلیہ سے واقفیت کے بعد اسلام اور پیغمبر اسلام کی دشمنی میں کسی حد تک کمی آ گئی۔ انہیں مآخذ کی بنیاد پر بعض مستشرقین نے اپنے پیشرو مصنفین کی تغلیط کی اور ان کی پھیلائی ہوئی غلط فہمیوں کو دور کیا۔ ہندو/سکھ سیرت نگاروں پر انہیں لوگوں کی کتب سے حقیقت حال آشکار ہوئی۔

اسباب ومحرکات کا تقابلی جائزہ

مستشرقین اور ہندو/سکھ حضرات کی سیرت نگاری کے اغراض و مقاصد کے حوالے سے اگر جائزہ لیا جائے تو مستشرقین کی سیرت نگاری کے پیچھے جو محرکات تھے۔ ان میں دینی' علمی اور سیاسی محرکات قابل ذکر ہیں۔ دینی محرکات میں اسلام اور حضورؐ سے نفرت کا اظہار' مسلمانوں کو یہودی اور عیسائی بنانے کی کوشش' یہودیت وعیسائیت کی تبلیغ وترویج' قرآن حکیم' احادیث مبارکہ' عقائد وارکان اسلام کی نفی وتضحیک اور مناظرانہ ومتقابلانہ کتب لکھ کر مسلمانوں کے دین کو جھوٹا اور پیغمبر اسلام کو (نعوذ باللہ) نبی کاذب ثابت کرنا تھا۔ اب مستشرقین کے مندرجہ بالا مقاصد ومحرکات کو سامنے رکھیں اور ہندوؤں اور سکھوں کی آپؐ کے خلاف لکھی گئی کتب کا مطالعہ کریں تو اس معاملے میں دونوں ایک ہی سطح پر کھڑے نظر آتے ہیں جس طرح عیسائیوں نے مشنری جذبے کے تحت کتب لکھیں اور عملی طور پر ایسا کرنا چاہا اسی طرح

ہندوؤں میں بھی ایسی تحریکیں چلیں جن میں تحریر وتقریر دونوں کو بطور ہتھیار استعمال کیا گیا۔عقائد اسلام اور مصادر اسلام کو غلط اور بے بنیاد ثابت کرنے کی کوشش دونوں اطراف سے کی گئی۔

سیاسی محرکات کو اگر لیں تو اس سلسلے میں اس حقیقت کو تسلیم کرنا پڑے گا کہ اہل مغرب کا رویہ اسلام سے شروع ہی سے معاندانہ چلا آ رہا تھا۔صلیبی جنگوں کی تلخ یادیں ابھی تک ان کے ذہن سے محو نہیں ہوئی تھیں۔(۸۳) عسکری میدان میں شکست و ہزیمت اٹھانے کے بعد اہل یورپ نے فکری اور علمی میدان میں مسلمانوں کا تعاقب شروع کیا اور اپنے مذہب کی حمایت میں اسلام اور پیغمبر اسلام کے خلاف جھوٹی دلیلیں پیش کیں۔آپؐ کے خلاف مستشرقین کی معاندانہ کتب میں سیاسی جذبہ بہت حد تک کارفرما ہے اب اس حوالے سے ہندو اور سکھ حضرات کو دیکھیں تو یہاں بھی کسی حد تک اسی جذبے کا عمل دخل ہے۔مسلمانوں کی برصغیر میں آمد اور ہندوستان پر ایک لمبے عرصے تک حکومت نے اہل ہند کے دل میں ان کے لیے نفرت پیدا کر دی اس لیے مسلمانوں کے سیاسی زوال وانحطاط کے بعد جب ان کو موقعہ ملا تو انہوں نے اس نفرت کا اظہار اسلام اور اسلام کے پیغمبر کے خلاف کذب و افتراء سے بھرپور کتابیں لکھ کر کیا پھر مستشرقین کو جس طرح حکومتی سرپرستی حاصل تھی۔اسی طرح برصغیر میں ہندو اور سکھ سیرت نگاروں کو انگریز کی آشیرباد حاصل تھی۔

مندرجہ بالا محرکات مستشرقین اور برصغیر کے غیر مسلم سیرت نگاروں کے خبث باطن کے آئینہ دار ہیں لیکن دونوں اطراف کے کچھ صاحبان علم ایسے بھی ہیں جنہوں نے سیرت نگاری کے سلسلے میں مثبت رویوں کو بنیاد بنایا اور صحیح نتائج اخذ کر کے آپؐ کی عظمت کا اعتراف کیا جس طرح بعض ہندو اور سکھ سیرت نگار آنحضرتؐ کی ذات سے متاثر ہو کر آپؐ کے بارے میں لکھنے پر مجبور ہوئے اسی طرح مستشرقین میں سے بھی ایسے لوگوں کی اچھی خاصی تعداد ہے جن کو آپؐ کی حیات طیبہ نے متاثر کیا اور ان لوگوں نے شعوری کوشش کہ سیرت نبویؐ پر قلم اٹھاتے وقت حقائق کا دامن ہاتھ سے چھوٹنے نہ پائے۔ (۸۴) پھر حضورؐ کی ذات سے متعلق کیے گئے اعتراضات کا جواب ہندوؤں اور سکھوں کی سیرت نگاری کا ایک محرک تھا جو مستشرقین کی سیرت نگاری میں بھی بھرپور انداز میں پایا جاتا ہے۔حقیقت کی تلاش، علمی لگن اور جستجو ایسے عوامل ہیں جو غیر مسلموں کی مثبت سیرت نگاری میں نمایاں نظر آتے ہیں۔

ہندوؤں/سکھوں اور مستشرقین کی سیرت نگاری کے مشترکہ عیوب

غیر مسلموں کی طرف سے جو کتب سیرت معاندانہ انداز میں لکھی گئیں وہ تو خیر جھوٹ کا پلندہ ہی ہیں لیکن جو کتب عقیدت و محبت سے لکھی گئیں ان میں بھی بعض چیزیں ایسی ہیں جن کا شمار معائب میں ہوتا ہے اور جن کا وجود ہندوؤں/سکھوں اور مستشرقین دونوں کی کتب میں ملتا ہے۔ چند ایک قابل ذکر معائب درج ذیل ہیں۔

۱۔ سیرت نگاری کے فن سے دونوں آشنا نہیں ہندو/سکھ تو اس معاملے میں بہت پیچھے ہیں۔ البتہ مستشرقین اگر کچھ جانتے ہیں تو ان کا تمام تر سرمایہ استناد صرف سیرت و تاریخ کی کتابیں ہیں جبکہ آنحضرتؐ کی سوانح عمری کے یقینی واقعات وہ ہیں جو حدیث کی کتابوں میں بروایات صحیحہ منقول ہیں۔ یورپین مصنفین اس سرمایہ سے بالکل بے خبر ہیں۔(۸۵)

۲۔ ناقابل اعتبار روایتیں دونوں کی کتب میں ملتی ہیں۔

۳۔ ذاتی قیاسات اور فرضی نتائج کو جگہ دی گئی ہے۔

۴۔ سیاق و سباق اور عربوں کے خاص حالات کو نظر انداز کر کے واقعات سیرت قلم بند کیے گئے ہیں۔

۵۔ پیش رو مصنفین پر اندھا دھند اعتماد کیا گیا ہے۔

۶۔ مطالعہ ایک رہنما اور مصلح کی حیثیت سے کیا گیا ہے۔ جس نے مجمع انسانی میں اگر کوئی اصلاح کر دی تو اس کا فرض ادا ہو گیا اس بات سے اس کے منصب نبوت میں فرق نہیں آتا کہ اس کے دامن اخلاق پر معصیت کے دھبے ہیں۔(۸۶) مختصر یہ کہ سیرت کو محض سوانح عمری (بائیوگرافی) سمجھ کر لکھا گیا ہے۔

مستشرقین کی فوقیت

مستشرقین کو ہندو اور سکھ سیرت نگاروں پر درج ذیل شعبوں میں برتری حاصل ہے۔

-۱۔ ہندو اور سکھ سیرت نگاروں کے برعکس بعض مستشرقین کو عربی زبان پر کسی حد تک عبور حاصل تھا لیکن عربی زبان کے رموز سے پوری طرح واقف نہیں تھے اور یہی ان کی غلطیوں کے اسباب میں سے ایک سبب ہے۔(۸۷)

۲۔ مستشرقین نے علم و تحقیق کے ادارے قائم کیے جن میں علوم مشرقیہ پر تحقیق کی جاتی لیکن کسی ہندو اور سکھ سیرت نگار نے مسلمانوں کے قائم کردہ اداروں سے کوئی استفادہ نہیں کیا اور نہ

ہی خود اس قسم کا کوئی ادارہ قائم کیا۔

۳۔ مستشرقین نے ہندوؤں اور سکھوں کی نسبت کتب سیرت میں بہتر دلائل اور زیادہ علمی سطح پر گفتگو کی ہے۔

۴۔ فنی مہارت اور تکنیکی انداز میں بھی مستشرقین کی برتری ثابت ہے۔

۵۔ اسلام اور پیغمبر اسلام پر اعتراضات دونوں اطراف سے کیے گئے ہیں لیکن مستشرقین کے اعتراضات کی تعداد ہندو/سکھ حضرات کی نسبت بہت زیادہ ہے اور مستشرقین کی طرف سے زیادہ علمی انداز اختیار کیا گیا ہے۔

۶۔ مستشرقین نے اسلامی مآخذ کی تدوین و ترتیب کا شاندار کارنامہ سرانجام دیا ہے۔ مولانا شبلی نعمانی اور پیر محمد کرم شاہ الازہری نے مستشرقین کی مرتب کردہ کتب اور نادر الوجود مخطوطات کا تذکرہ اپنی کتابوں میں کیا ہے۔(۸۸)

۷۔ مستشرقین نے جدید تحقیق کے اصولوں کی کسی حد تک پاسداری کی ہے جن کا ہندوؤں اور سکھوں کے ہاں بالکل خیال نہیں رکھا گیا۔

۸۔ ہندو اور سکھ سیرت نگاروں کی باقاعدہ سیرت نگاری کا آغاز انیسویں صدی کے آخر اور بیسویں صدی کے شروع میں ہوا جبکہ مستشرقین کی سیرت نگاری کا آغاز بہت پہلے ہو گیا تھا۔ پھر مستشرقین کی باقاعدہ سیرت نگاری کی تاریخ سے پہلے کی تاریخ بھی عہد بعہد ملتی ہے جبکہ ہندو اور سکھ سیرت نگاروں کی ایسی تاریخ واضح نہیں۔

۹۔ مستشرقین اور ان کی کتب سیرت ہر دور میں موضوع بحث رہیں۔ مسلمانوں نے ان کی کتب سیرت اور ان کے انداز فکر کا عہد بعہد جائزہ لیا جبکہ ہندو اور سکھ سیرت نگاروں کا اس انداز میں جائزہ نہیں لیا گیا۔

مستشرقین، ہندو اور سکھ سیرت نگاروں کے ایک تقابلی جائزہ کے بعد بجا طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ مستشرقین کو کتب سیرت کے مآخذ اور سیرت نگاری کے دیگر امور میں ہندو اور سکھ سیرت نگاروں پر فوقیت حاصل ہے۔ البتہ فن سیرت نگاری سے ناآشنائی، ناقابل اعتبار روایتوں سے استدلال، ذاتی قیاسات اور رائے کو ترجیح اور سیاق و سباق سے ہٹ کر واقعات کے بیان وغیرہ میں دونوں مشترک ہیں۔

حوالہ جات

۱۔ جیلانی، عبدالقادر، ڈاکٹر، اسلام، پیغمبر اسلام اور مستشرقین مغرب کا انداز فکر، (مطبوعہ مقالہ پی ایچ ڈی جامعہ کراچی) لاہور، بیت الحکمت ۲۰۰۵، ص ۱۸، ۳۵۴

۲۔ Muir, William, The Mohammedan controversey, Allah Abad, R.S Publishing House 1979-p 2.

۳۔ ہیکل، محمد حسین، حیاۃ محمد۔ القاہرہ، مکتبۃ نہضۃ المصریۃ ۱۹۷۴، ص ۲

۴۔ Hitti, Philip k, The Arabs. Macmillan and com.LTD 1956. P.168

۵۔ Schimmel, Annemarie, And Muhammad is his Messenger, Lahore, Vanguard Books LTD. 1987. P.4

۶۔ یحییٰ مراد، الدکتور، افترأت المستشرقین علی الاسلام والرد علیھا، بیروت، دار الکتب العلمیۃ ۔۲۰۰ ص ۹ ۲۷

۷۔ ندوی، حبیب الحق، ''اسلام اور مستشرقین''، مجموعۂ مقالات اسلام اور مستشرقین، مرتبہ سید صباح الدین عبدالرحمٰن، اعظم گڑھ، دار المصنفین، جلد ۳، ص ۱۶، ۱۷

۸۔ Encyclopaedia Britannica, William Publishers.1943 - 1973. P 609.

۹۔ Bosworth Smith, R, Muhammad And Mohammedanism. Lahore. ind Sagar Academy. P.51.

۱۰۔ گستاؤلی بان، ڈاکٹر، تمدن عرب، مترجم، سید علی بلگرامی، لاہور، مقبول اکیڈمی ص ۴۵۴

۱۱۔ جیلانی، عبدالقادر، اسلام، پیغمبر اسلام اور مستشرقین مغرب کا انداز فکر ص ۲۰، ۲۱

۱۲۔ السباعی، مصطفیٰ، المستشرقین والاسلام، اردو ترجمہ، اسلام اور مستشرقین، مترجم سلمان شمسی ندوی، لاہور، ادارہ اسلامیات ۱۹۸۲، ص ۹۲

۱۳۔ Said, Edward, Orientalism, Rout ledge & Paul LTD. 1995 P. 204

۱۴۔ جیلانی، عبدالقادر، پیغمبر اسلام اور مستشرقین مغرب کا انداز فکر، ص ۱۷۰۔

۱۵۔ Muir, William, The Mohammedan Controversemy. P. 103-152

۱۶۔ Kock von (Editor), The Brill Dictionary of Religions. Leidon. 2006-3/1266

۱۷۔ Watt, Montgomery, W. Muhammad At Mecca. Oxford University Press. 2006-p3

۱۸۔ شبلی نعمانی، سیرت النبیؐ، لاہور، الفیصل ناشران وتاجران کتب، ۱۹۹۱، جلد ۱، ص ۶۶، ۶۷

۱۹۔ نثار احمد، ڈاکٹر، مستشرقین اور مطالعہ سیرت، نقوش (رسول نمبر) لاہور، ادارہ فروغ اردو ۱۹۸۵، جلد ۱۱، شمارہ ۱۳۰، ص ۵۰۶

۲۰۔ Malise Ruthven, Islam in the World, Cox & wayman LTD. 1988. P. 289

۲۱۔ Schimmel, Annemarie, And Muhammad is his messenger. P. 5

۲۲۔ گستاؤلی بان، ڈاکٹر، تمدن عرب، ص ۱۰۷، ۱۰۸

۲۳۔ Bosworth Smith, Muhammad and Mohammedanism, P. xviii (Preface)

☆ مستشرقین اور ان کی تصانیف کی تفصیل شبلی نعمانی نے اپنی کتاب "سیرت النبی" کے مقدمہ میں دی ہے لیکن اس حوالے سے نقوش رسول نمبر بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ جس میں ڈاکٹر نثار احمد نے "مستشرقین اور مطالعہ سیرت" کے عنوان سے مستشرقین کی سیرت نگاری کا نہ صرف محاکمہ کیا ہے بلکہ عہد بعہد مستشرقین کی تاریخ کا جائزہ بھی لیا ہے۔ علاوہ ازیں "فہرست مستشرقین حصہ اول" کی سرخی کے تحت 171 مستشرقین اور ان کی کتب کے نام دیئے ہیں جبکہ "فہرست مستشرقین حصہ دوم" کے تحت ۴۵۵ مستشرقین کے نام دیئے ہیں (دیکھیے نقوش "رسول نمبر" جلد ۱۱، شمارہ ۱۳۰، صفحات ۵۵۱---۵۶۵)

۲۴۔ Asad, Muhammad, The Road to Mecca, London, Max Reinhardt. 1954 P 2-3

۲۵۔ Gustave E.Van, Medieval Islam, U.S.A. The University of Chicago Press. 1946. P. 43-44.

۲۶۔ السباعی، مصطفیٰ الدکتور، السنۃ ومکانتھا فی التشریع الاسلامی، القاھرۃ، مکتبۃ دار العروبۃ، ۱۳۸۰ھ/۱۹۶۱ء۔ ص ۳۶۶

۲۷۔ شبلی نعمانی، سیرت النبیؐ ۱/۷۲

☆ مستشرقین کے مآخذ سیرت کے حوالے سے مزید تفصیل کے لیے پروفیسر ڈاکٹر حافظ محمود اختر صاحب کا مضمون بعنوان "مستشرقین کی تحقیقات کے مآخذ" دیکھیے ڈاکٹر صاحب نے اس مضمون میں نہ صرف مستشرقین کے "مآخذ تحقیق کی کمزوری ظاہر کی ہے بلکہ ناقص آخذ کے بارے میں مستشرقین کے اعترافات بھی نقل کیے ہیں۔ (دیکھیے القلم، لاہور، ادارہ علوم اسلامیہ جامعہ پنجاب جلد ۱۱ شمارہ ۱۱ صفحات ۱۴۹، ۱۷۸

۲۸۔ Arnold Hottinger, The Arabs, London, Thomas and Hudson. P.3

۲۹۔ کرم شاہ، پیر، ضیاء النبی، لاہور، ضیاء القرآن پبلی کیشنز۔ ۱۴۱۸ھ ۶/۲۷۵۔

۳۰۔ وحید الدین، سید، مستشرقین کی خدمات اور ان کے حدود، مجموعۂ مقالات، اسلام اور مستشرقین، مرتبہ ڈاکٹر محمد عارف عمری، اعظم گڑھ، دار المصنفین شبلی اکیڈمی۔ ۲۰۰۶۔ ۷/۱۸۱۔

۳۱۔ شبلی نعمانی، سیرت النبیؐ ۱/۶۷ ۶۶۔

۳۲۔ کرم شاہ، پیر، ضیاء النبی۔ ۳۰۵/۶

۳۳۔ ایضاً ۱۸۳/۶

۳۴۔ موسوی، علی شرف الدین، قرآن اور مستشرقین، پاکستان، دار الثقافۃ الاسلامیہ ۱۴۲۴ھ۔ ص ۳۳، ۳۵

۳۵۔ بشیر احمد، سرور کونین اغیار کی نظر میں۔ گوجرانوالہ، کتاب مرکز ۱۹۷۲ء، ص ۶

۳۶۔ دارا، گوردت سنگھ، رسول عربی، لاہور، مجلس اردو ماڈل ٹاؤن ۱۹۴۱ء، ص ۱۱

۳۷۔ نقوی، آفتاب احمد، غیر مسلم شعراء کی اردو نعت، ماہنامہ سبیل (لاہور) سیرت مصطفی نمبر، اکتوبر/ نومبر ۱۹۸۱ء، ص ۳۱۳

۳۸۔ اس حوالے سے دیکھیے۔ دلوالی، بابو کنج لال، حضرت محمد اور اسلام، دہلی، جید برقی پریس بلیماراں۔

۳۹۔ انور محمود خالد، اردو نثر میں سیرت رسول، لاہور، اقبال اکادمی، ۱۹۸۹ء، ص ۴۷۰

۴۰۔ ہندوؤں اور سکھوں کی طرف سے معاندانہ اور مناظرانہ انداز میں لکھی گئی کتب کی تفصیل کے لیے دیکھیے۔ عبدالحق، مولوی، قاموس الکتب اردو، کراچی، انجمن ترقی اردو۔ ۱۹۶۱ء، ۸۲۸/۱، ۸۳۱، مسلمانوں کی طرف سے ایسی سوقیانہ تحریروں کے جواب میں لکھی گئی کتب کے لیے دیکھیے قاموس الکتب اردو جلد ا صفحات ۸۳۱، ۸۳۷

۴۱۔ گیمی، سلیم خان، چن عربوں چڑھیا لاہور۔ سنگ میل پبلی کیشنز: ۱۹۹۳ء، ص ۴۰

۴۲۔ سید عبداللہ، ڈاکٹر، ادبیات فارسی میں ہندوؤں کا حصہ، لاہور انجمن ترقی ادب ۱۹۶۷ء، ص ۱۰۸

۴۳۔ دھرم بیر کد کا معنی بنگلہ زبان میں ''اسلام کا سچا مجاہد'' ہے جبکہ ''مہا پورس محمد و تا نر پرو برتینو اسلام دھرم'' کا معنی ''محمدؐ کی عظیم شخصیت اور ان کی پرچار کردہ اسلامی شریعت'' ہے۔

۴۴۔ مجیب الرحمٰن، ڈاکٹر، بنگلہ زبان میں سیرت نگاری کا ارتقاء، مقالات سیرت نبویؐ مرتب، عبدالروف ظفر، بہاولپور، سیرت چیئر، اسلامیہ یونیورسٹی۔ ۲۰۰۵۔ ۴۴۷/۲، ۴۴۶

۴۵۔ "Radiance" دہلی، شمارہ ۲۸ جون ۱۹۹۲ء۔ ص ۵ بحوالہ ممتاز لیاقت ''برصغیر میں سیرت نگاری'' فکر و نظر، (اسلام آباد) جلد ۳۰، شمارہ ۱، ۲ جولائی ۱۹۹۲ء ص ۳۷۰

۴۶۔ گیمی، سلیم خان، چن عربوں چڑھیا۔ ص ۲۵

۴۶۔ سید عبداللہ، ادبیات فارسی میں ہندوؤں کا حصہ۔ ص ۱۰۸

۴۷۔ انور محمود خالد، اردو نثر میں سیرت رسول، ص ۲۶۸۔/ حافظ محمد ثانی، ڈاکٹر، تجلیات سیرت، کراچی، فضلی سنز۔ ۲۰۰۳ء، ص ۲۳۸

۴۹۔ لکشمن پرشاد، سوامی، آفتاب حقانیت المعروف عرب کا چاند، حصار، دار الکتب سلیمانی قصبہ روڑی۔

۵۰۔ سندر لال، پنڈت، حضرت محمدؐ اور اسلام الہ آباد، بشمبھر ناتھ ۱۴۲ ساوتھ ملاکہ، ۱۹۴۲ء

۵۱۔ Narayan, B.K. Mohammad the Prophet of Islam New Delhi, Lancers Publishers 1978.

۵۲۔ وید پرکاش ڈاکٹر' 'نراشنس واتم رشی'' ''کلکی اوتار اور حضرت محمدؐ' اردو ترجمہ بعنوان' بعثت نبویؐ کی پیشنگوئیاں' مترجم محمد ایوب انصاری' مرتب حقانی میاں' لاہور۔ دارالکتب۔ ۲۰۰۴۔

۵۳۔ دیوشردھے پرکاش' حضرت محمد صاحب بانی اسلام' لاہور۔ یونین سٹیم پریس ۱۹۱۳

۵۴۔ اڈیار' عبداللہ' اسلام جس سے مجھے عشق ہے' مترجم' ایم اے جمیل احمد' لاہور۔ احرار پبلی کیشنز۔

۵۵۔ Rao, Rama Karishna, Mohammad the Prophet of Islam, Saudi Arabia. Abdul Qasim ,publications

۵۶۔ مانکپوری' چرن سرن ناز' رہبر اعظم' دلی اردو اکادمی۔ ۱۹۸۶

۵۷۔ شوق' امر ناتھ سیڑھا' مدنی موہن عرف پیغمبر اسلام' لاہور۔ امر پبلشنگ موری گیٹ (س ن)

۵۸۔ سرہندی' شیخ احمد' مکتوبات امام ربانی (اردو ترجمہ)' لاہور۔ ادارہ اسلامیات ۱۹۸۸' مکتوب ۶۵۔ ۱/۱۴۴۔

۵۹۔ سید عبداللہ' ادبیات فارسی میں ہندوؤں کا حصہ۔ ص ۱۹۷

۶۰۔ اس کتاب کا اصل مصنف مہاشہ کرشن ایڈیٹر' 'پرتاپ' ' لاہور تھا لیکن اس نے مسلمانوں کے ردعمل سے بچنے کے لیے پروفیسر پنڈت چمپوپتی لال ایم اے کا فرضی نام بطور مصنف تحریر کر دیا تا کہ اس کے خلاف کوئی اخلاقی یا قانونی کارروائی نہ ہو تاہم اس کتاب پر راج پال ناشر ہسپتال روڈ لاہور کا نام و پتہ درست لکھا ہوا تھا۔ (متین خالد' شہیدان ناموس رسالت' لاہور۔ علم و عرفان پبلشرز۔ ۲۰۰۰ء۔ ص ۵۷۔

۶۱۔ ندوی' ابوالحسن علی' ہندوستانی مسلمان' کراچی۔ مجلس نشریات اسلام۔ ص ۱۷۶

۶۲۔ دارا' گوردت سنگھ' رسول عربی۔ ص ۲۵

۶۳۔ دیوشردھے پرکاش' حضرت محمدؐ صاحب بانی اسلام۔ ص ۹۳

۶۴۔ سندر لال' پنڈت' حضرت محمدؐ اور اسلام۔ ص ۱۶۵

۶۵۔ دلوالی' بابو کنج لال' حضرت محمدؐ اور اسلام۔ ص ۳۷

۶۶۔ Narayan. B.K. Mohammad the Prophet of Islam P.10

۶۷۔ لکشمن پرشاد' آفتاب حقانیت المعروف عرب کا چاند۔ ص ۵۶

۶۸۔ سندر لال' پنڈت' حضرت محمدؐ اور اسلام۔ ص ۱۸۵

۶۹۔ ایضاً۔ ص ۱۸۷

۷۰۔ دارا' رسول عربی۔ ص ۳۲، ۵۶

۷۱۔ پریتم سنگھ' ہمارے مربی (پبلشر کا نام مذکور نہیں) جنوری ۱۹۴۱' ص ۱۰۰، ۱۰۸

۷۲۔ سندر لال' پنڈت' حضرت محمدؐ اور اسلام۔ ص ۲۰۰، ۲۱۱

۷۳۔ کوشل' رام سروپ' پیام محبت' لاہور۔ مرکنٹائل پریس۔ ۱۹۲۸۔ ص ۱۲۶ تا ۱۳۰

۷۴۔ دیوشردھے پرکاش' حضرت محمدؐ صاحب بانی اسلام۔ ص ۱۷ ' ۲۱

۷۵۔ رائے بہادر، رائے بہادر کی نعت۔ دہلی برقی پریس ۱۹۲۸۔ ص۱۳

۷۶۔ دیوشر دھے پرکاش، حضرت محمدؐ صاحب بانی اسلام۔ ص۲۵

۷۷۔ شام لال، دنیا کے نومذہبی ریفارمر۔ لاہور۔ جارج سٹیم پریس ۱۹۱۷۔ ص۱۸۹

۷۸۔ لکشمن پرشاد، آفتاب حقانیت المعروف عرب کا چاند۔ ص۳۹

۷۹۔ ایضاً۔ ص۶۰

۸۰۔ RAO, Muhammad The Prophet of Islam. P-13

۸۱۔ رائے بہادر، رائے بہادر کی نعت۔ ص۵

۸۲۔ لکشمن پرشاد، آفتاب حقانیت المعروف عرب کا چاند، ص۹۲، ۱۰۷

۸۳۔ Asad, Muhammad, Islam at the Crossroads. Lahore. Arafat Publications. 1995. P-74

۸۴۔ جیلانی، عبدالقادر، اسلام، پیغمبر اسلام اور مستشرقین مغرب کا انداز فکر۔ ص۲۱۱

۸۵۔ شبلی نعمانی، سیرت النبی۔ ۲/۱/۷

۸۶۔ ایضاً ۲۳/۱

۸۷۔ السباعی، مصطفیٰ، الاسلام والمستشر قین، ص۴۳

۸۸۔ شبلی نعمانی، سیرت النبیؐ، ۶۹/۱۔ کرم شاہ، پیر، ضیاء النبی ۳۰۵/۶

****